قرآن کی روشنی میں حسد کا نفسیاتی علاج

ڈاکٹر انصاری الدین مدنی☆

انسان کی تاریخ اتنی قدیم ہے کہ خود انسان اپنی تاریخ کے متعلق حتمی رائے دینے سے قاصر ہے، وہ اس اعتبار سے کہ پہلا انسان جب اس دنیا میں آیا تو اس وقت دنیا کا منظر نامہ کیسا تھا؟ کھانے پینے کی سہولیات کس قسم کی تھیں؟ اور رہنے سہنے کا انتظام کس قسم کا تھا؟

منکرین ادیان و مذاہب نے کبھی انسان کو جانوروں کی ترقی یافتہ شکل قرار دی ہے تو کبھی انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ تنظیم و ترتیب سے خالی مادے میں زبردست قسم کا دھماکے کے بعد جو چیز سامنے آئی وہ اصول وضوابط سے مزین انسان ہے۔ ہم تخلیق انسان کے بحث میں پڑے بغیر دورِ جدید کے انسانی مسائل اور اسلامی نظام زندگی کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔

اسلام انسانی کو ایک صاحب قدرت معبود کی تخلیق کا کرشمہ قرار دیتا ہے اور انسان کو اپنی تخلیق، مقصد اور ذمہ داریوں پر غور وفکر کی دعوت دیتا ہے، اسلام دین فطرت ہے اور اس کے تمام احکامات نہ صرف قابل عمل ہیں، بلکہ یہ عالم انسانیت کو ایک کامیاب زندگی گزارنے کے ضامن بھی ہیں، جو شخص ان احکامات کی روشنی میں اپنی زندگی گزارنے گا وہ یقیناً دنیوی اور آخروی زندگی دونوں میں کامیابی کی سند پائے گا۔

رسول اللہ ﷺ اپنے رفقاء کی نفسیات اور ان کی صلاحیتوں کی معرفت تامہ رکھتے تھے اس کی وجہ شاید یہ بھی ہو کہ آپ ﷺ انہی میں سے ایک فرد کی طرح زندگی گزارتے تھے اور رنج و راحت میں ان کے ساتھ شریک رہتے تھے، آپ ﷺ تمام صحابہ کی خوبیاں اور کمالات پہچانتے تھے اور ہر آدمی کو اسی کام پر متعین فرماتے جسے انجام دینے کی صلاحیت اس

☆ڈین فیکلٹی آف اسلامک لرننگ، گرینچ یونیورسٹی، پاکستان

میں موجود ہوتی، یہی وجہ ہے کہ اکثر صحابہ سونپی ہوئی مہمات کو باسانی سرانجام دیتے تھے، غزوہ بدرالکبری سے پہلے سرایا۔ (۱) کے لئے جن لوگوں کو منتخب فرمایا انہوں نے مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچایا، آپ ﷺ نے جن لوگوں کے سپرد معلومات (۲) حاصل کرنے کی ذمہ داری لگائی، انہوں نے اسے پورا کیا، جس کو والی بنایا اس نے اپنے فرائض کو کما حقہ ادا کیا۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن ایک تلوار ہاتھ میں پکڑی اور فرمایا:

من یاخذ ھذا السیف بحقه۔ (۴)

اس تلوار کا حق ادا کرنے کے لئے کون آدمی یہ تلوار مجھ سے لیتا ہے۔

کئی آدمی آپ ﷺ کی طرف بڑھے، آپ ﷺ نے تلوار کسی کو نہ دی یہاں تک کہ ابودجانہؓ اٹھے اور عرض کیا وما حقه یا رسول الله۔ (۵) یارسول اللہ اس تلوار کا کیا حق ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان تضرب به العدو حتی ینحنی۔ (۶) تو دشمن پر اتنی ضربیں لگا کہ تلوار ٹیڑھی ہو جائے۔

ابودجانہؓ نے اس تلوار سے نہایت شاندار لڑائی کی، جب مسلمان محاصرے میں آگئے تو ابودجانہؓ نے اپنے جسم کو رسول اللہ کے لئے ڈھال بنادیا، اپنی پیٹھ آپ ﷺ پر جھکا دی اور تیر پیٹھ پر برستے رہے۔ نبی ﷺ نے غزوۂ خیبر کے موقع پر جھنڈا حضرت علیؓ کو دیا۔ (۷) آپ ﷺ یہ جانتے تھے کہ کس آدمی میں بہادری کے اوصاف موجود ہے اور آپ ﷺ یہ بھی جانتے تھے کہ بعض آدمیوں کے دل جنگ کے لئے طاقتور نہیں ہیں جیسے حسان بن ثابتؓ۔ (۸) آپ نے انہیں احد اور خندق کے دن عورتوں کی حفاظت کے لئے مدینہ منورہ میں چھوڑ دیا اور ان کے بلیغ اشعار سے جواب دینے کو کافی سمجھا۔ آپ ﷺ کو یہ بھی معلوم تھا کہ صحابہ میں سے کچھ آدمی صاحب رائے و مشورہ بھی ہیں جو دوسروں کی قیادت کر سکتے ہیں اور بعض وہ ہیں جن میں صرف ایک سپاہی بننے کی قابلیت ہے، آپ ﷺ ہر ایک کو اس کی صلاحیت کے مطابق کام دیتے۔ لوگوں کی نفسیات کے مطابق اقدام کے لئے یہ واقعہ نہایت عمدہ مثال ہے۔

آنحضرت ﷺ نے جنگ حنین کے بعد کچھ لوگوں کو دولت دے کر مائل کرلیا کہ دشمنی کا مادہ ان کے دماغوں کو ماؤف کر چکا تھا اور انہوں نے ابھی ایمان کی حلاوت نہیں چکھی تھی۔ صفوان بن امیہ کا بیان ہے:

ما زال رسول الله (ﷺ) یعطینی من غنائم حنین و ھوا بغض الخلق الی حتی ماخلق الله شیئاً احب الی منه۔ (۹)

رسول اللہ (ﷺ) مجھ کو حنین کے مال میں سے دیتے گئے، کیفیت یہ تھی کہ آپ (ﷺ) مجھ کو تمام مخلوق میں پہلے بہت زیادہ برے معلوم ہوتے تھے اور پھر یہ حالت ہوگئی کہ رسول اللہ (ﷺ) سے بڑھ کو کوئی ہستی اللہ تعالیٰ نے میرے لئے محبوب نہیں رکھی۔

اس موقع پر آنحضرت نے انصار کو غنیمت کے مال سے محروم کردیا کیونکہ وہ ایمان کی دولت سے مالا مال تھے، انصار کے بعض لوگوں نے کچھ باتیں کیں تو آپ ﷺ نے انصار کو جمع کر کے ایک اثر انگیز خطبہ دیا جو مخاطب کی نفسیاتی کیفیات کی درست پہچان تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

اے انصار کی جماعت! کیا جب میں تمہارے پاس آیا تھا، تم لوگ گمراہ نہیں تھے؟ سو اللہ نے تم کو ہدایت دی؟ کیا تم غریب نہیں تھے؟ سو اللہ نے تمہیں میری وجہ سے دولت مند بنا دیا؟ کیا اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت نہیں ڈالی دی؟ انہوں نے کہا ہاں یارسول اللہ! آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ اے انصار کی جماعت! تم جواب کیوں نہیں دیتے، کہنے لگے یارسول اللہ ہم کیا جواب دیں؟ اللہ اور اس کے رسول کا ہم پر بہت احسان ہے، رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا! خدا کی قسم اگر تم چاہو تو کہہ سکتے ہو اور میں تمہاری تصدیق کروں گا کہ آپ (ﷺ) کو آپ کے ہم وطنوں نے نکال دیا تھا مگر ہم نے پناہ دی، آپ (ﷺ) مفلوک الحال

آئے تھے ہم نے اچھا سلوک کیا۔ آپ (ﷺ) خوفزدہ آئے تھے ہم نے آپ کو امن دیا۔ آپ (ﷺ) بے یارومددگار آئے تھے ہم نے مدد کی، اے انصار کی جماعت! کیا تم اپنے دلوں میں دنیا کی زینت سجا رہے ہو جس سے میں نے ان لوگوں کی تالیف قلب کی ہے، جو نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں اور تم کو میں نے اسلام کے اس حصے کے سپرد کر دیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری قسمت میں لکھا ہے، اے گروہ انصار! کیا تم اس بات پر خوش نہیں کہ لوگ اپنے گھروں میں بکریاں اور اونٹ لے کر جائیں اور تم اپنے گھروں میں اللہ کے رسول کو لے جاؤ، اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر لوگ ایک راستہ چلنے لگیں اور انصاری ساری دنیا سے الگ ایک رستہ اختیار کرلیں تو میں انصار کے رستہ کو پسند کروں گا۔ اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار میں سے ایک آدمی بننا پسند کرتا، اے اللہ انصار پر رحم کر، راوی کا بیان ہے کہ انصار کے بیٹوں پر رحم کر اور انصار کے پوتوں پر رحم کر، انصار کے لوگ روئے جا رہے تھے یہاں تک کہ آنسوؤں سے ان کی داڑھیاں تر ہو گئیں اور کہتے جاتے تھے! ہم اللہ کے رب ہونے پر راضی ہیں ہم رسول اللہ (ﷺ) کی تقسیم پر خوش ہیں۔ (۱۰)

آپ ﷺ نے کبھی کسی آدمی کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دی، آپ ﷺ انسانی طبیعت کا اندازہ کرتے اسے پہچانتے اور بہت اچھی طرح جانتے کہ اس سے کون سا کام لیا جا سکتا ہے جسے مناسب اور موزوں طور پر انجام دے سکے، غالباً سب سے بڑا امتیاز جس سے رسول اللہ ﷺ دوسرے سپہ سالاروں اور نبیوں سے ممتاز نظر آتے ہیں یہ ہے کہ آپ ﷺ آدمیوں کو مناسب اعمال کے لئے منتخب فرمانے پر پوری قدرت رکھتے تھے۔ (۱۱)

قرآنک سوشیالوجی کے کچھ مناظر پر یوں تبصرہ کیا جاسکتا ہے:

یایھا الذین امنو الاتبطلوا صدقتکم بالمن و الاذی۔ (۱۲)

مذکورہ آیت کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ انسان نظام ہدایت و نصیحت سے تب فائدہ حاصل کرتا ہے، جب وہ غرور وتکبر سے خالی ہو ورنہ وہ دوسروں کو نیچا دکھانے کے چکر میں خود پستی کی طرف جائے گا اور اسے احساس بھی نہیں ہوگا کہ وہ بربادی کی طرف نکل چکا ہے، اس بات کو یوں سمجھنا چاہئے کہ غرور وتکبر سے انسان میں حسد کی بیماری پیدا ہوتی ہے اور حسد انسانیت کی موت ہے۔

حاسد انسان دوسروں کو خوش نہیں دیکھ سکتا ہے اس لئے وہ اپنے اردگرد قبرستان جیسی خاموشی چاہتا ہے، اور دوسروں میں وحشت ودہشت پیدا کرنے کی کوششوں میں لگا رہتا ہے، بعض اوقات حاسد انسان قتل جیسے سنگین جرم کا بھی مرتکب ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآنِ مجید حسد کی بیماری سے محفوظ رہنے کی طرف ترغیب دلاتا ہے۔

حاسد انسان منافقت کا لباس پہن کر پس پردہ کارروائی کرتا ہے اور ہمیشہ اپنے شکار کی تلاش میں رہتا ہے، بالالفاظ دیگر صیاد، شکار کی صورت اپنا کر اپنی کارروائیوں کو مخفی رکھتا ہے تاکہ آنکہ جب شکار سے بھرا جنگ ویران کا منظر پیش نہیں کرتا۔

قرآن مجید نے جس خوبصورتی کے ساتھ اس معاشرتی برائی کے سد باب کی طرف انسانی ذہن کو متوجہ کیا ہے وہ یقیناً عالم انسانیت کے لئے قابلِ عمل نسخہ ہے۔ وہ اس لحاظ سے کہ ایذاورسانی اور جتانے کا عمل انسانوں اور جتانے کا عمل انسانوں میں ملاپ اور محبت کے تمام راستوں کو ختم کر دیتا ہے، یعنی لوگوں کے دلوں میں محبت و الفت کے جذبات ختم ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے متعلق منفی جذبات پیدا ہونا شروع ہوتے ہیں اور جب یہی جذبات تسلسل کی شکل اختیار کریں گے تو معاشرے سے قربانی دینے کا جذبہ ختم ہو جائے گا اور معاشرے کا ہر فرد اپنی ذات کو اہمیت دینے لگے گا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایذاء رسانی اور جتانے کے عمل سے منع فرمایا ہے۔

تاریخ انسانی اس بات کی شاہد ہے کہ ہر دور میں چند ناعاقبت اندیشوں کی وجہ سے انسانوں کے درمیان قتل و غارت گری اور نفرت کے جذبات جنم لیتے تھے مثلاً جب ہم تبلیغِ اسلام کے ابتدائی ایام کا مطالعہ کرتے ہیں تو جن افراد نے تبلیغ دین کے سلسلے کو روکنے کی کوشش کی ان کی اکثریت کا شمار مکہ کے نامی گرامی سرداروں میں ہوتا تھا ان کی مخالفت کی ایک بڑی وجہ حسد کی بیماری تھی۔

اللہ کے آخری حبیب حضرت محمد ﷺ نے اس فساد زدہ بلکہ حسد زدہ معاشرے کو ایسے افراد فراہم کئے جو حسد کی بیماری سے پاک تھی یہی وجہ ہے کہ لوگ ان کی حقیقت پسندانہ باتوں کو نہ صرف غور سے سنتے تھے بلکہ انہیں باتوں پر دل و جان سے عمل بھی کرتے تھے، اس اعتبار سے یہ کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے آنحضرت ﷺ، ابتدائی ایام میں مکہ و مدینہ اور پھر آگے چل کر دنیا کے دیگر معاشروں کو ایسے تربیت یافتہ افراد فراہم کئے جن کی وجہ سے مختلف معاشروں میں علوم وفنون کے درسگاہوں کی بنیاد پڑی، اور عالم انسانیت اپنے دکھ درد کے مداوا کے لئے ان افراد سے رجوع کرنے پر مجبور تھیں کاش آج مسلمان اپنے اسلاف کی اس روش کو اپنائے تو بہت جلد اپنے گمشدہ اعزاز کو پاسکتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''تم حسد سے بچو پس بیشک حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ خشک لکڑی کو کھا جاتی ہے''۔ اس کو امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے، اس حدیث شریف میں حسد کی مذمت اور برائے بیان فرمائی گئی ہے۔

کسی کی نعمت و راحت کو دیکھ کر جلنا اور یہ چاہنا کہ اس شخص سے یہ نعمت زائل ہو جائے، اگر چہ اس کو بھی حاصل نہ ہو حسد کہلاتا ہے، حسد حرام اور کبیرہ گناہ ہے اور یہ سب سے پہلا گناہ ہے جو آسمان میں کیا گیا اور سب سے پہلا گناہ ہے جو زمین میں کیا گیا یعنی آسمان میں سب سے پہلے ابلیس یعنی شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام سے حسد کیا اور زمین پر حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل نے اپنے بھائی ہابیل سے حسد کیا، کسی نعمت و راحت

اور عزت وآبرو کو دیکھ کر یہ تمنا کرنا کہ اس کی نعمت وراحت اور عزت وآبرو مجھے بھی حاصل ہو جائے اس کو رشک بھی کہتے ہیں، یہ جائز بلکہ بعض صورتوں میں مستحسن ہے، رشک کے جائز ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ کا یہ قول دلیل ہے کہ ایک دوسرے سے سبقت کرنے والوں کو اپنے پروردگار کی مغفرت اور جنت کی ان نعمتوں میں ایک دوسرے سے سبقت کرنی چاہئے۔

سَابِقُوْآ اِلیٰ مَغْفِرَةٍ مِنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ۔ (۱۳)

اپنے رب کی مغفرت اور جنت کی نعمتوں میں ایک دوسرے سے سبقت کرو۔

حسد کی مذمت قرآن مجید میں متعدد جگہ مذکور ہے، ایک جگہ ارشاد ہے:

اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِه۔ (۱۴)

وہ لوگوں سے اس چیز پر حسد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو دی ہے۔

حسد بہت بری چیز ہے ایسے شخص کی ساری زندگی تلخی میں گذرتی ہے، جب تک حسد کرنے والا اپنے حسد کی وجہ سے کسی کو ایذا پہنچانے کا اقدام نہ کرے اس وقت تک تو اس کا نقصان خود اس کی ذات تک رہتا ہے کہ وہ کسی دوسرے شخص کو کھاتا پیتا اور پھلتا پھولتا اور عزت وآبرو کے ساتھ دیکھ کر اپنے دل میں جلتا اور کڑھتا رہتا ہے، البتہ جس سے حسد کرتا ہے اس کو نقصان اس وقت پہنچتا ہے جبکہ وہ حاسد اپنے حسد کے تقاضہ پر عمل کر کے اس شخص کو ایذا پہنچانے اور اس کی نعمت کے زوال کے لئے کوشش کرے۔ پس حاسد اپنی ذات کو تو ہر وقت تکلیف پہنچاتا رہتا ہے گناہ اور آخرت کا عذاب اس کے علاوہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ''تم آپس میں بغض اور حسد نہ کرو اور نہ ہی ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرو بلکہ اللہ تعالیٰ کے بندہ، آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ، اور کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ترک تعلق کرے'' ایک حدیث میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا کہ ''تم میں بھی غیر محسوس طور پر پہلی قوموں کی بیماری سرایت کر گئی ہے اور وہ حسد اور بغض ہے اور یہ مونڈ نے والی بیماریاں ہیں، میں یہ نہیں کہتا کہ وہ بالوں کو مونڈتی ہیں یعنی میری یہ مراد نہیں ہے بلکہ یہ دین کو مونڈتی ہیں''۔اس کو امام احمدؒ وترمذیؒ نے روایت کیا ہے۔

حسد خواہ دنیاوی کمال پر ہو یا دینی کمال پر ہو، دونوں قسم کا حسد حرام ہے، حسد کرنے کے مختلف اسباب ہوتے ہیں، ان میں سے ایک سبب عداوت ہے یعنی دشمنی کی وجہ سے کسی کی نعمت کا زوال چاہنا اور اس کی نعمت سے اپنے دل میں جلنا، اس کا ایک سبب تکبر ہے یعنی جب اپنے اندر تکبر اور بڑائی کا مادہ ہوتا ہے تو اس کو یہ خیال ہوتا ہے کہ دوسرا شخص اس نعمت کے باعث اس سے بڑا نہ بن جائے، اس لئے وہ اس کی نعمت کا زوال چاہتا ہے، یا وہ اس لئے حسد کرتا ہے کہ اس محسود کی نعمت وعزت کے باعث حاسد کو اپنے مطلوبہ مقاصد کے فوت ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے یا حب جاہ وغیرہ کوئی اور سبب ہوتا ہے یا کوئی بھی سبب نہیں ہوتا بلکہ صرف حاسد کی طبیعت کی خباثت ہی حسد کا سبب ہوتی ہے، چونکہ حاسد کی دنیا اور دین دونوں مصیبت اور تکلیف میں گذرتے ہیں اس لئے اس بیماری سے بچنے اور اس آفت سے نکلنے کے لئے بہت کوشش کرنی چاہئے اور اس بیماری کا جو سبب ہے اس کے تدارک کے ذریعے اس کا علاج کرنا چاہئے۔

حسد کی بیماری کا ایک عام علاج ہے جس پر عمل کر کے ہر شخص اس برائی سے بچ سکتا ہے۔اول یہ سوچے کہ میرے حسد کرنے سے مجھ ہی کو نقصان اور تکلیف ہے اس شخص کا کیا نقصان ہے اور میرا نقصان یہ ہے کہ میری نیکیاں برباد ہو رہی ہیں، جیسا کہ حدیث شریف سے بیان ہو چکا ہے کہ ''حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ خشک لکڑی کو کھالیتی ہے''اور یہ سوچے کہ حسد کرنے والا گویا اللہ تعالیٰ پر اعتراض کر رہا ہے کہ فلاں شخص اس نعمت کے لائق نہیں تھا۔اللہ تعالیٰ نے اس کو نعمت دے کر نعوذ باللہ غلطی کی، توبہ توبہ، یہ تو اللہ تعالیٰ سے مقابلہ کرنا ہوا جو ظاہر ہے کہ بہت بڑا گناہ ہے اور ظاہری تکلیف یہ ہے کہ ہمیشہ رنج وغم میں رہے گا اور جس پر حسد کیا ہے اس کا کوئی نقصان نہیں ہے کیونکہ اس کے حسد سے اس کی

نعمت جاتی نہیں رہے گی، بلکہ اس کا یہ نفع ہے کہ حاسد کی نیکیاں اس کے پاس چلی جائیں گی، یہ سوچ کر اپنے دل پر جبر کر کے اس محسود کے رو برو اس کی تعریف کرے اور یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس کے پاس ایسی ایسی نعمتیں ہیں اللہ تعالیٰ اس کو اور زیادہ دے اور اس کی تعظیم کرے، انشاء اللہ العزیز رفتہ رفتہ اس کی حسد کی بیماری جاتی رہے گی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس بری عادت سے محفوظ رکھے، آمین۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ ابن سعد/ طبقات/ ج ۲، ص ۷، ۱۰

۲۔ ابن سعد/ طبقات/ ج ۲، ص ۱۰۔ سیرت ابن ہشام/ ج ۲، ص ۲۵۳۔ مسلم/ کتاب الجہاد/ باب غزوۃ الاحزاب/ ج ۵، ص ۱۷۷

۳۔ ابو داؤد/ کتاب الاقضیۃ/ باب کیف القضاء/ ج ۴، ص ۱۱، ۱۲

۴۔ ابن ہشام/ سیرت/ ج ۳، ص ۱۷

۵۔ ایضاً

۶۔ ایضاً

۷۔ ایضاً / ج ۳، ص ۳۴۹

۸۔ ایضاً / ج ۳، ص ۲۳۹

۹۔ الاصابہ/ ج ۲، ص ۱۸۱

۱۰۔ ابن ہشام/ سیرت/ ج ۴، ص ۱۴۲، ۱۴۳، ☆ طبری/ ج ۳، ص ۹۴

۱۱۔ الرسول القائد/ ص ۳۰۷

۱۲۔ القرآن: سورۃ بقرہ: آیت ۲۶۴

۱۳۔ سورۃ الحدید: آیت ۱۲

۱۴۔ سورۃ النساء: آیت ۵۴